بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

روایات اور تاریخ کے آئینہ میں اربعین امام حسین ع کا تحقیقی جائزہ

تمہید

تاریخ سے ملتا ہے کہ واقعہ عاشورہ سے پہلے چہلم کو جسطرح آجکل مناتے ہیں اسکا اصلاًوجود ہی نہیں تھا یا اگر چہلم کو مناتے بھی تھے تو وہ امام حسین ع کے چہلم کی طرح نہیں تھا۔اس سے پہلے کہ اس موضوع پر بات کی جائے ایک روایت کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔امام حسن عسکری علیہ السلام نے پانچ چیزوں کو مومن کی علامت قرار دیا ہے۔

۱۔انگوٹھی پہننا

۲۔اکیاون رکعت نماز پڑھنا کہ جو مستحب اور واجب نمازوں کا مجموعہ ہے

۳۔نماز اور سجدہ کی حالت میں پیشانی کا مٹی پر رکھنا

۴۔نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم کا اونچی آواز سے پڑھنا

۵۔زیارت اربعین۔

چہلم کیا ہے؟(قرآن اور روایات کی روشنی میں)

چہلم سے مراد کیا ہے علماء نے اس موضوع پر کافی بحث کی ہے لیکن جس بات کا شیخ طوسی نے عندیہ دیا ہےوہ یہ ہے کہ زیارت اربعین سے مراد ۲۰ صفر کو امام حسین علیہ السلام کی زیارت ہے کہ جو عاشورہ کے بعد چالیسواں دن ہے۔اس لئے انہوں نے اس روایت کو اپنی کتاب تہذیب کے زیارت کے باب میں اور اربعین کے اعمال میں ذکر کیا ہے۔اس دن کی مخصوص زیارت بھی نقل ہوئی ہے جسے مرحوم شیخ عباس قمی نے مفاتیح الجنان میں ذکر کیا ہے۔ **لیکن چالیس دن کے بعد ہی کیوں ؟** کہنا چاہیے کہ چالیس کا عدد روایات میں حتّی قرآن میں بھی اسکا خاص مقام ہے اور اس عدد (۴۰) کی کچھ خصوصیات ہیں کہ جو دوسرے اعداد کے اندر نہیں ہیں۔مثال کے طور پر خداوند متعال قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

اذا بلغ اشدّہ و بلغ اربعین سنة[1]

یعنی جس وقت وہ کمال کی حالت تک پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا۔

اسی طرح بعض انبیاء چالیس سال کی عمر میں مقام رسالت پر فائز ہوئے مثال کے طور پر حضرت علی علیہ السلام نے ایک ادمی کو جواب میں جب اس نے سوال کیا کہ عزیر کتنی سال کی عمر میں رسالت کے مقام پر فائز ہوئے **بعثه الله و له اربعون سنة**[2] یعنی اس سوال کے جواب میں کہ جناب عزیر کی عمر رسالت کے آغاز میں کتنی تھی؟ فرمایا کہ رسالت کے آغاز میں انکی عمر چالیس سال تھی اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی چالیس سال کی عمر میں مقام رسالت پر فائز ہوئے جیسا کہ معتبر روایات میں آیا ہے۔

صدع بالرسالة یوم السابع والعشرین من رجب و له یومئذ اربعون سنة[3] یعنی حضرت محمّد بن عبداللہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۷ رجب کو چالیس سال کی عمر میں رسالت پر مبعوث ہوئے۔اسی طرح دعاوں میں اور بعض دینی معارف میں چالیس کے عدد کا ایک خاص مقام ہے۔ مرحوم علّامہ مجلسی اس دعا کو نقل کرنے کے بعد کہ جس میں خدا کے نام ہیں یوں نقل کرتے ہیں: **عن النّبی صلی الله علیه و آله و سلّم (لو دعا بها رجل اربعین لیلة جمعة غفر الله له**[4] اگر کوئی شخص چالیس شبہائے جمعہ کو خداوند متعال کی بارگاہ میں اس دعا کو پڑھے تو خدا اسکو بخش دے گا۔خدا کو مخصوص اذکار کے ساتھ یاد کرنا اور عدد چالیس کے ساتھ اسکی بہت زیادی سفارش کی گئی ہے۔ جسطرح کہ رات کو جاگنا اور نماز کا پڑہنا لگا تار چالیس رات تک اور نماز وتر کے قنوت میں استغفار کرنا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ خداوند متعال انسان کو جملہ سحر میں استغفار کرنے والے لوگوں کے ساتھ شمار کرے اور خداوند نے قرآن میں انکو نیکی سے یاد کیا ہے۔
ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **لا یجتمع اربعون رجلاً فی امر**

---

[1]: احقاف ۱۵

[2]: بحار الانوار، ج ۱، ص ۸۸، ح ۷

[3]: بحار الانوار ج ۱۵، ص ۸۸۲، ح ۲۵

[4]: بحار الانوار ج ۹۵ ص ۳۸۶ ح ۲۶

واحد الّا استجاب الله[5] یعنی چالیس مسلمان جمع نہیں ہوتے خدا سے کسی چیز کا چاہنے میں مگر یہ کہ خداوند متعال اسکو قبول کرتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہوا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: "من اخلص العبادۃ للہ اربعین صباحاً جرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علیٰ لسانہ[6] یعنی اگر کوئی شخص چالیس دن اپنی

عبادت صرف اور صرف خدا کیلئے انجام دے اور اسکا عمل خالص ہو تو خداوند حکمت کے چشمہ اسکے دل سے زبان پر جاری کر دیگا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ امام نے فرمایا: من حفظ من شیعتنا اربعین حدیثاً بعثہ اللہ یوم القیامۃ عالماً فقیہاً و لم یعذّب[7] ہمارے شیعوں میں سے اگر کوئی چالیس حدیثوں کو حفظ کرے خداوند متعال اسکو قیامت کے دن عالم، دانشمند اور فقیہ محشور کرے گا۔ البتہ اس بات کیطرف توجہ رکھنا ضروری ہے کہ احادیث کو حفظ کرنے سے مراد صرف عبارات ہی کو حفظ کرنا نہیں ہے بلکہ جو چیز طلب کی گئی ہے کہ حدیث کو اسکے پورے لوازمات کیساتھ حفظ کرنا ہے اور حقیقت میں اس سے مراد حدیث کا سمجھنا اور اس پر عمل کرنا اور اسکا رائج کرنا ہے۔ اسی طرح روایات میں وارد ہوا ہے کہ انسان کی عقل چالیس سال میں کامل ہوتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے کہ آپ نے فرمایا: اذا بلغ العبد اربعین سنۃ قد انتھی منتھاہ[8] حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جب انسان چالیس سال کا ہو جاتا ہے تو اسکی عقل کامل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح نماز جماعت کو برپا کرنا اور اسمیں چالیس دن تک شرکت کی سفارش بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے :من صلّی اربعین یوماً فی الجماعۃ یدرک تکبیرۃ الاولیٰ کتب اللہ براءتان: براءۃ من النار و براءۃ من النفاق[9] یعنی وہ شخص جو مرتب ابتداء سے نماز جماعت میں شرکت کرے خداوند اسکو دو

---

[5]: بحار الانوار، ج۹۳، ص ۴۹۳، ح٦

[6]: بحار الانوار ج ۳۵، ص ٦۲۳، ح ۰۲

[7]: بحار الانوار ج ۲، ص ۳۵۱، ح ۱

[8]: بحار الانوار ج ٦، ص ۲۱، ح ۷

[9]: بحار الانوار، ج ۸۸، ص ۴، ح ۵

چیزوں سے محفوظ رکھے گا ایک آتش جہنم دوسرے نفاق اور دوروئی سے۔ آداب دعا میں آیا ہے کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکی دعا قبول ہو جائے تو پہلے چالیس مومنوں کیلئے دعا کریں اور اسکے بعد خدا سے اپنی حاجت طلب کریں من قدّم اربعین من المومنین ثمّ دعا استجیب له[10] اس روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ دعا کرنے سے پہلے دوسرے مومنوں کیلئے دعا کرنا چاہیے۔ روایات میں پڑوسیوں اور انکے حقوق کے بارے میں فرمایا ہے کہ پڑوسی چالیس گھر تک شامل ہوتا ہے یعنی جہاں وہ رہتا ہے اس سے ہر طرف سے چالیس گھر تک۔ امام علی علیہ السلام نے ایک حدیث میں فرمایا: الجوار اربعون داراً من اربعة جوانبها[11] پڑوسی گھر کے ہر طرف سے چالیس گھر تک شامل ہوتا ہے۔ اسی طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت میں نقل ہوا ہے: انّ السماء والارض لتبکی علی المومن اذا مات اربعین صباحاً و انّما تبکی علیٰ العالم اذا مات اربعین شهراً[12] پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس وقت ایک مومن دنیا سے رحلت کرتا ہے زمین اور آسمان چالیس دن تک اسکے لئے گریہ کرتے ہیں اور اگر کوئی مومن عالم اس دنیا سے رحلت کر جائے تو زمین اور آسمان اسکے فراق میں چالیس ماہ روتے رہتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں اذا صلیٰ علی المومن اربعون رجلاً من المومنین واجتهدوا فی الدّعاء له استجیب لهم[13] یعنی جس وقت مومنوں میں سے چالیس آدمی کسی مومن کے جنازہ پر نماز پڑھیں اور اسکے لیے دعا کریں تو خداوند متعال ان چالیس آدمیوں کی دعا قبول کرتا ہے۔ یہ ان روایات کا خلاصہ تھا کہ جن میں چالیس کے عدد کا ذکر ہوا ہے۔ واقعی مومن، اور عالم کا مصداق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے انبیاء اور آئمّہ طاہرین علیہم السلام ہیں کہ زمین اور آسمان چالیس مہینے انکے فراق میں گریہ کرتے ہیں خاص طور سے امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک بہت بڑی مصیبت ہے اور انکی شہادت اس قدر جانگداز ہے کہ روایات کے مطابق ہمیشہ رونا چاہیے۔ اس لحاظ سے ایک روایت کہ جس کو محدّث قمی نے منتھی الامال میں ذکر کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ریّان بن شبیب سے کہا، ای شبیب کے بیٹے اگر کسی چیز پر رونا چاہتے ہو تو میرے جدّ کی مصیبت پر گریہ کرو کہ جس کو پیاسا شہید کیا گیا، یہ بات واضح ہے کہ یہ

---

[10]: بحار الانوار، ج ٦٨، ص ٢١٢
[11]: بحار الانوار، ج ٨٤، ص ٣، ح ٣
[12]: بحار الانوار، ج ٢٤، ص ٣٠٨، ح ٣١
[13]: بحار الانوار، ج ١٨، ص ٣٧٤، ح ٤٢

ساری چیزیں اس وقت ہیں جب رونا معرفت اور اسکے دستورات کی پیروی کے ساتھ ہو ،اور ہمیں چاہیے کہ کربلا کے ہدف اور مقصد کو درک کریں۔اگر چہ خود رونا اس بات کا سبب بنتا ہے کہ انسان امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرے،اس لئے کہ اگر امام حسین علیہ السلام قیام نہ کرتے تو اسلام ختم ہو جاتا اور اسکا کوئی اثر باقی نہ رہتا۔اس بات کا دعوی صرف ہم نہیں کرتے بلکہ مورّخین حتّی وہ جو شیعہ نہیں ہیں وہ بھی اس بات کے معترف ہیں۔ کربلا کے بعد جو بھی قیام ظلم اور ستم کے مقابلہ میں ہوا ہے اس نے امام حسین علیہ السلام کے قیام سے الہام لیا ہے۔

اربعین اور شیعہ

شیعی تہذیب میں اربعین سے مراد امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد چالیسواں دن یعنی صفرالمظفر کی ۲۰ تاریخ ہے چہلم کے موقع پر لوگوں کا امام حسین علیہ السلام کی زیارت کا رجحان قدیم زمانے سے مومنین میں رائج ہے۔چہلم یا عاشور صرف سال کے دنوں میں سے ایک دن نہیں،بلکہ یہ لاکھوں لوگوں کی نگاہوں میں امام حسین علیہ السلام کے قیام کی تصویر کھینچ کر رکھ دیتا ہے۔

بعض روایات کے مطابق ۲۰ صفر ۶۱ ہجری امام حسین علیہ السلام کا چہلم منانے کیلئے امام کے سب سے پہلے زائر جابر بن عبداللہ انصاری جو رسول خدا کے صحابی ہیں مدینہ منوّرہ سے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے کربلا آئے ہیں ، جابر فرات کے پانی سے غسل کرنے کے بعد غم و اندوہ کی حالت میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے۔ شیخ طوسی کتاب مصباح المتہجد میں لکھتے ہیں: صفر کا بیسواں دن وہ دن ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری جو کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی ہیں مدینہ سے امام کی زیارت کیلئے کربلا آئے آپ امام کی قبر کے پہلے زائر ہیں،اس دن میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت مستحب ہے[۱۴]۔مرحوم شیخ طوسی کی عبارات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جابر امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے قصد ہی سے مدینہ سے نکلے اور ۲۰ صفر کو کربلا پہنچے ہیں لیکن یہ کہ مدینہ والے کس طرح اور کیسے امام کی شہادت سے مطلع ہوئے کہ جابر نے اپنے آپ کو کربلا پہنچایا؟ تاریخی شواھد کے مطابق ابن زیاد نے اہلبیت کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی عبدالملک بن ابی الحارث سلمی کو حجاز روانہ کر دیا تھا تاکہ جتنا جلدی ممکن ہو سکے حاکم مدینہ ، امام حسین علیہ السلام اور انکے ساتھیوں کی شہادت سے باخبر ہو جائے۔اھلبیت کے کوفہ پہنچنے کے چند دن بعد ہی شہر کے لوگ من جملہ

---

[۱۴]: شیخ طوسی، مصباح المتہجد، بررسی تاریخ عاشورہ۔ ص ۴۴۲

مدینہ والے فرزند پیغمبر کی شہادت سے آگاہ ہو گئے تھے۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ جابر اس بات سے باخبر ہو گئے ہوں اور اپنے آپ کو کربلا پہنچایا ہو۔ جس وقت آپ مدینہ سے کربلا کیلئے روانہ ہوئے ہیں ضعیفی اور ناتوانی نے انکو پریشان کر رکھا تھا اور بعض روایات کے مطابق آپ نابینا بھی تھے۔ لیکن جابر نے لوگوں کو غفلت کی نیند سے بیدار کرنے کیلئے اس کام کو انجام دیا۔ اس زیارت میں جابر کے ہمراہ عطیّہ بھی تھے جو کہ اسلام کی بڑی شخصیتوں، اور مفسر قرآن کے عنوان سے پہچانے جاتے تھے۔ اس دن میں زیارت کے سلسلہ میں نزدیک یا دور سے بہت ساری روایتیں نقل ہوئی ہیں۔

نجف سے کربلا کا پیدل سفر

قدیم الایام سے عراقی شیعوں میں خصوصاً علمائے نجف میں یہ رواج تھا کہ وہ اربعین امام حسین ع کے چہلم کے موقع پر نجف سے کئی دن کا سفر کرکے کربلا پیادہ (پیدل) جایا کرتے تھے۔

مرحوم شیخ میرزا جواد تبریزی (قدس سرہ)

گروہی طور پر نجف سے کربلا پیدل جانے کا یہ سلسلہ مرجع عالی قدر شیخ انصاری کے زمانے سے شروع ہوا لیکن بعد میں اس رسم کو فقرا کے طبقہ سے منسوب سمجھا جانے لگا لیکن بعد میں عالم بزرگوار محدث نوری نے اس رسم کو دوبارہ زندہ کیا۔[۱۵]

اسی طرح لوگوں میں ان زائرین کی خدمت کا بے مثال جذبہ بھی صدیوں سے جاری وساری ہے جس نے تمام دنیا کو ورتہ حیرت میں ڈالا ہوا ہے اور ان خدمت گزاروں میں شیعہ علما کی موجودگی کسی سے پوشیدہ نہیں. یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ سے مومنین نے اس سنت حسنہ کو قایم رکھا۔ صدام ملعون کے زمانے میں اس کے شیعوں پر ناروا مظالم کی وجہ سے اس کی رونق میں کمی آگئی لیکن اس زمانے میں بھی عرآق کے مومنین نے اس رسم کو جاری رکھا۔ صدام کی حکومت کے خاتمے کے بعد لوگوں کا اربعین حسینی پر جوش اور ولولہ کے ساتھ جانا آج کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔

---

[۱۵]: آقا بزرگ تہرانی، نقباء البشر، ج۱، ص۳۴۹؛ رضا مختاری، سیمای فرزانگان، ص ۱۹۳

یہ تصویر در حالی کہ حاج آقا مصطفیٰ از راست بہ چپ: مرحوم سید مصطفیٰ خمینی۔ ٹینٹ اور خیمہ جمع کرتے ہوے، مرحوم ستاری وحجۃ الاسلام عباس قضایي۔ سید حسن ابطحی خمینی با پای پیادہ بہ زیارت امام حسین (ع)، پر جاتے ہوے لی گئ ہے۔ .

آج پورے وثوق کے ساتھ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیامیں ہونے والے اجتماعات چاہے وہ مذہبی ہوں یا غیر مذہبی، ان میں سب بڑا اجتماع اسی اربعین حسینی کے موقع پر ہوتا ہے جس میں ساری دنیا سے عشّاق امام حسین ع اپنے امام کی زیارت کے لیے عراق تشریف لاتے ہیں۔ان زواروں میں سے ایک چشمگیر تعداد نجف سے کربلا پیدل سفر کرتے ہیں۔اس سفر کے بارے میں بھی، یہ ادعا غلط نہیں کہ یہ مشی (پیدل چلنا، پیادہ روی) معنوی ترین سفر دنیا ہے۔جو لوگ اس سفر کی سعادت حاصل کر چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس مشی میں مرد، عورتیں، بوڑھے، بچے، مریض، معذور، امیر غریب---ہر قسم کے لوگ دیوانہ وار عشق و محبت سے لبریز ماتم و گریہ کرتے ہوے کربلا کی طرف ایک بحر بیکراں کی مانند بڑھ رہے ہوتے ہیں۔امام ع کا خاص لطف و کرم اپنے ان زائرین پر ایک ابر سایہ دار کی طرح ہمراہ ہوتا جسے ہر باشعور فرد بڑی اسانی سے درک کر سکتا ہے وہاں ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح زائرین کی کوی خدمت کرکے اپنے کو زائرین امام مظلوم ع کے خدمتگزاوں میں شامل کرلے۔

عراقیوں کی پر خلوص مہمان نوازی کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں، نجف سے کربلا کے راستے میں مختف سبیلیں اور کیمپ (موکب) مہمانوں کی خدمت کے لیے ۲۴ گھنٹے کارفرما ہوتے ہیں۔ مشی کرنے والے لاکھوں زائرین کے کھانے پینے، سونے نیز انکے راستے میں پیش آنے والی ہر چھوٹی بڑی سہولت مہیا کرنے کے لیے سیکڑوں خاندان اور انجمنیں صبح شام مصروف عمل رہتے ہیں۔اول تو دنیا کے لیے اس حقیقت کو باور کرنا مشکل ہوتا ہے اور اوپر سے جب انہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام بیان کردہ چیزیں اور سہولیات بغیر کسی معاوضے کے ہیں تو ان کی حالت قابل دید ہوتی ہے۔

ہماری ذمہ داری

مشی کے دوران بغیر کسی لالچ کے ایک دوسرے کی والہانہ خدمت کا جذبہ، آپس میں بغیر کسی تنظیمی، رنگ و نسل کے فرق کے ساتھ محبت کا یہ جاری کارواں اس بات کا مظہر ہے کہ ہماری قوم جب ذہنوں پر سے انا پرستی اور دشمن کی تبلیغاتی یلغار کو بھلا کر صرف امام ع کی محبت سے سرشار آگے بڑھتی ہے تو وہ ایک اور متحد ہوتی ہے۔ ہماری سب کی، جو اس سفر میں شرکت کرتے ہیں یا وہ جن کے دل اس سفر عشق کے لیے تڑپتے ہیں کوشش ہونی چاہیے کے اس محبت، بھائی چارگی اور ایک دوسرے کی خدمت کے جذبے اور اس معنویت کو ہمیشہ قائم رکھیں۔ یہ کیفیت ہمیں اس بات میں مدد دے گی کہ ہم اپنی روز مرہ کی زندگی میں امام حسین ع کے قیام کے مقصد کو بہتر طور پر سمجھیں اور ایسے تمام کاموں سے پرہیز کریں جو فردی زندگی میں ہمارے محبّ اہلبیت ع ہونے اور اجتماعی زندگی میں ہمارے مذہب حقّہ پر انگشت نشانی کا باعث بنیں۔

دشمن کی مسلسل یہ کوشش ہے کہ ہمیں اندرونی اور بیرونی اختلافات میں الجھا کر اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب ہو اور ہماری نسلوں کو ہائی جیک کرلے۔ لہٰذا اپنی اور آئیندہ آنے والی نسلوں میں صحیح دین کی بقا کے لیے ان علما سے جن کے ذریعے دین ہم تک پہنچا ہے رہنمای لیں اور جن چیزوں سے یہ روکیں ان سے رکیں۔ زمان غیبت میں معصومین ع کی طرف سے ان کو ہمارے اوپر حجت قرار دیا گیا ہے۔